(۴)

مذہب کے مقابلہ میں سیاسی امور کچھ حقیقت نہیں رکھتے

(فرمودہ یکم فروری ۱۹۲۹ء بمقام پھیرو چیچی)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

گو خطبہ کی غرض تو یہی ہوا کرتی ہے کہ جس مجلس کے سامنے خطبہ پڑھا جائے ان لوگوں کی ضرورتوں کے مطابق یا ان کی اصلاح کے لئے پڑھا جائے۔ رسول کریم ﷺ حسبِ موقع اور مناسبِ حال امور کے متعلق خطبہ پڑھا کرتے تھے۔ اگر جنگ کرنے کی ضرورت پیش آتی تو جنگ پر مشتمل امور پر خطبہ پڑھتے۔ اگر صلح کا موقع ہوتا تو صلح سے تعلق رکھنے والی باتوں کے متعلق خطبہ پڑھتے۔ اگر لوگوں کی اصلاح کی ضرورت ہوتی تو اصلاح پر مشتمل امور پر خطبہ ارشاد فرماتے۔ اگر کوئی اخلاقی سوال اہمیت رکھتا تو اسی کے متعلق خطبہ پڑھتے۔ غرض جس طرح کی ضرورت پیش آتی اسی کے متعلق خطبہ ہوتا۔ پھر خطبہ سننے والوں کے مذاق، ان کی ضرورتوں اور ان کے علم کے مطابق ہوا کرتا تھا۔

ان حالات کے ماتحت آج مجھے خطبہ جمعہ کا مضمون سادہ ہی رکھنا چاہئے تھا کیونکہ آج میں ایک چھوٹے سے گاؤں میں اور دیہاتی آبادی میں خطبہ پڑھنے لگا ہوں لیکن سلسلہ اور جماعت کی ضرورتیں چونکہ بحیثیت مجموعی اس قدر وزن رکھتی ہیں کہ کسی خاص جگہ کی ضرورتوں کو ان پر مقدم نہیں کیا جا سکتا اور چونکہ جماعت کے امام کے خطبہ کا تعلق صرف انہی لوگوں سے نہیں ہوتا جن کے سامنے کھڑا ہو کر وہ خطبہ پڑھتا ہے بلکہ اس کا خطبہ اخباروں کے ذریعہ ساری جماعت تک پہنچتا ہے اور چونکہ امام کا فرض ہے کہ ساری جماعت کی ضرورتوں کو مدنظر رکھے اس لئے اور اس لئے

بھی کہ ہماری جماعت کے لوگ سیاسی، ملکی، دینی، مذہبی باتیں سن سن کر اتنے واقف ہو گئے ہیں کہ ان میں سے اَن پڑھ بھی ایسی باتوں کو اس آسانی سے سمجھ سکتے ہیں کہ دوسرے پڑھے لکھے بھی نہیں سمجھ سکتے۔ آج میں ایک ایسے امر کے متعلق خطبہ پڑھنا چاہتا ہوں جو ساری جماعت سے بحیثیت مجموعی تعلق رکھتا ہے صرف یہاں کے لوگوں کی ضرورتوں کے ساتھ خصوصیت سے اسے تعلق نہیں۔

میں نے پچھلے کئی سال سے مسلمانوں کے اندر اختلافات، فسادات، تفرقے اور جھگڑے دیکھ کر کوشش شروع کی ہوئی تھی اور کی ہوئی ہے کہ مسلمانوں کا آپس میں اتفاق ہو جائے وہ ایک دوسرے کے متعلق ایسے طریق اختیار نہ کریں جو خواہ مخواہ لڑائی مول لینے کے مصداق ہوں اس کے لئے میں نے متواتر مسلمانوں کو سمجھایا کہ باوجود عقائد کا اختلاف رکھنے کے ان کی آپس میں صلح ہو سکتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں ایک گھر میں کئی مذاق کے لوگ رہتے ہیں کھانے پینے میں ہی دیکھا جاتا ہے اگر ایک چنے کی دال نہیں کھاتا تو دوسرا مسور کی دال نہیں کھاتا اور تیسرا ماش کی دال نہیں کھاتا مگر وہ ایک گھر میں گذارہ کرتے ہی ہیں۔ جس دن مسور کی دال پکے اس دن مسور کی دال نہ کھانے والا خاموش ہو جاتا ہے اور کسی اور چیز سے کھانا کھالیتا ہے۔ جس دن چنے کی پکے اس دن چنے کی دال نہ کھانے والا چپ ہو جاتا ہے اس وجہ سے لڑائی جھگڑا شروع نہیں کر دیا جاتا کہ چنے کی دال کیوں پکی ہے۔ تو سب لوگ جانتے ہیں کہ مذاق مختلف ہوتے ہیں جب یہ حالت ہے تو یہ بھی ہوگا کہ کئی باتیں کئی لوگوں کے مذاق کے خلاف ہونگی۔ اگر کوئی یہ کہے جو میں کہوں وہی دوسرے کہیں اور جو اس کے خلاف کہے اس پر طعن و تشنیع کیا جائے، اس کی تحقیر و تذلیل کی جائے تو ہر ایک گھر کا امن بالکل برباد ہو جائے۔ کھانے کے متعلق تو مذاق الگ الگ ہوتے ہی ہیں شکلیں بھی سب کی مختلف ہوتی ہیں۔ بیٹے کی باپ سے شکل نہیں ملتی اور بیٹی کی ماں سے نہیں ملتی اربوں ارب انسان دنیا میں آباد ہیں مگر کوئی دو انسان ہُو بہو ایک شکل کے نہیں مل سکتے ضرور کچھ نہ کچھ ان میں فرق ہوگا۔ پس ہر قسم کے اختلاف موجود ہیں ان کے ہوتے ہوئے ہی صلح و اتحاد رکھنا درحقیقت اصل اخلاق ہیں اسی طرح امن قائم ہو سکتا ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ مسلمانوں کی حالت اس درجہ گر گئی ہے کہ باوجود یہ دیکھتے ہوئے کہ دوسری قومیں انہیں تباہ کر رہی ہیں اور روز بروز مسلمان کمزور ہوتے جا رہے ہیں انہیں کچھ خیال نہیں۔ ترقی کی کوئی شاخ بھی ایسی نہیں جس میں

مسلمانوں کو عزت حاصل ہو۔ آج سے بیس پچیس سال پہلے زمیندارہ مسلمانوں کے ہاتھ میں تھا اب وہ بھی نہیں رہا وہ بھی غیر قوموں کے ہاتھ میں چلا گیا ہے۔ تجارت، صنعت، حرفت، ساہوکارہ، بینکنگ سب دوسروں کے قبضہ میں ہیں دنیا کے کسی شعبہ میں آج مسلمان معزز نظر نہیں آتے۔ اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ وہ اپنے جوش کو دبا نہیں سکتے وہ کبھی خیال نہیں کرتے کہ مل کر کام کرنے کے لئے کم از کم یہ طریق اختیار کریں کہ ایک دوسرے سے بلا وجہ چھیڑ چھاڑ نہ کریں، خواہ مخواہ تحقیر و تذلیل نہ کریں۔ مذہبی عقائد کسی حالت میں چھوڑے نہیں جا سکتے یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ ایک شیعہ سُنّیوں کو خوش کرنے کے لئے کہے حضرت ابوبکرؓ خلافت کے حق دار تھے اور حضرت علیؓ کا حق نہ تھا کیونکہ یہ کہنے سے اس کا مذہب ہی باقی نہیں رہتا۔ لیکن اگر کوئی شیعہ سُنّیوں کو چھیڑنے اور تنگ کرنے کے لئے یہ کہے کہ ابوبکر غاصب تھا اس میں سوائے بُرائی کے کچھ نہ تھا تو پھر صلح نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح شیعہ اگر کسی سُنّی سے یہ امید رکھیں کہ وہ کہے خلافت کا حق حضرت ابوبکرؓ کا نہ تھا بلکہ حضرت علیؓ کا تھا تو وہ غلطی کریں گے۔ اس قسم کی امید رکھنا جس میں کسی کو اپنے مذہبی عقائد ترک کرنے پڑیں غلطی ہے اور اس طرح کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا لیکن مذہبی اختلاف رکھنا اور بات ہے اور مذہبی اختلاف کی وجہ سے دوسروں کو چھیڑنا، ان کی تحقیر و تذلیل کرنا اور بات ہے۔

ہمارے ملک میں ایک قصہ مشہور ہے کہ ایک شخص کو اپنے محلّہ کی ایک عورت سے پُرخاش تھی جس کی ایک آنکھ ماری ہوئی تھی۔ وہ شخص جب اس عورت کے پاس سے گذرتا تو کہتا "بھابھی کانیں سلام"۔ اس سے اس کی غرض یہ نہ ہوتی تھی کہ سلام کہے۔ بلکہ یہ ہوتی تھی کہ اسے کانی کہے لیکن چونکہ وہ جانتا تھا کہ اگر اس نے صرف کانی کہا تو سارے محلّہ کے لوگ اس کے پیچھے پڑ جائیں گے اور اسے لعنت ملامت کریں گے اس لئے سلام ساتھ لگا لیتا تا کہ اگر کوئی کچھ کہے تو وہ یہ کہہ سکے کہ میں نے تو سلام کہا ہے۔ کچھ دنوں تک تو وہ عورت اس کی بات سنتی رہی آخر لڑنے پر آمادہ ہوگئی اس کا شور سن کر محلّہ کے لوگ جمع ہو گئے اور پوچھا کیا بات ہے؟ اس شخص نے کہا میں نے اسے سلام کہا ہے اور یہ مجھے گالیاں دینے لگ گئی ہے۔ جب عورت سے پوچھا گیا تو اس نے کہا یہ سلام نہیں کہتا بلکہ مجھے کانی کہہ کر چھیڑتا ہے۔

پس جب کوئی بات کہنے میں طعن و تشنیع کا پہلو مدنظر ہو اور دوسرے کی تحقیر اور تذلیل کی جائے تو پھر تعلقات درست نہیں رہ سکتے۔ اختلاف ہوا ہی کرتا ہے اور عقائد کا اختلاف پایا جاتا

ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ عقیدہ کے اختلاف کی وجہ سے دوسروں کی تحقیر کی جائے۔ ہم میں اور دوسرے مسلمانوں میں عقائد کا اختلاف ہے اگر ہم ان کے متعلق یہ امید رکھیں کہ وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ نہ مانیں تب ہم ان کے ساتھ مل کر متحدہ سیاسی امور میں کام کر سکتے ہیں تو یہ ہماری غلطی ہوگی اسی طرح اگر وہ ہم سے یہ امید رکھیں کہ ہم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ مانیں اور پھر وہ ہم سے ملیں تو یہ غلط ہوگا۔ لیکن اگر غیر احمدی ہماری نسبت یہ کہیں کہ یہ لوگ ٹھگ اور فریبی ہیں مذہب کو انہوں نے دینا کمانے کی آڑ بنایا ہوا ہے تو پھر یہ اختلافِ عقائد تک بات محدود نہ رہے گا بلکہ گالیاں ہونگی یا وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق کہیں کہ انہوں نے فریب اور دھوکا کیا تو یہ ایسی بات نہیں جو برداشت کی جا سکے۔ سیاسی فوائد خواہ کتنے ہی بڑے ہوں آخر محدود ہوتے ہیں۔ سیاسی اتحاد کا یہی نتیجہ ہوسکتا ہے کہ مسلمانوں کو کچھ نوکریاں پہلے کی نسبت زیادہ مل جائیں ان کے سیاسی حقوق محفوظ ہو جائیں مگر کوئی غیرت مند انسان مذہب کو قربان کر کے یہ باتیں حاصل کرنے کے لئے تیار نہ ہوگا۔ غرض طعن و تشنیع اور تحقیر و تذلیل کرنے کے ساتھ یہ امید رکھنا کہ اتحاد ہو جائے ایک ایسی امید ہے جو کبھی پوری نہیں ہوسکتی اور نہ مذہب کو عزیز رکھنے والا کوئی انسان ایسی صلح میں شریک ہوسکتا ہے۔

اِس وقت میں جو خطبہ پڑھ رہا ہوں اس کے پڑھنے کی وجہ کل سے پیدا ہوئی تھی اوّل تو میرا خیال تھا کہ میں قادیان جا کر خطبہ پڑھوں کیونکہ وہی سلسلہ کا مرکز ہے۔ لیکن رات کو سخت سردی کی وجہ سے کمر میں درد ہو گیا اس لئے میں قادیان نہ جا سکا۔ پھر ارادہ کیا اگلے جمعہ قادیان جا کر پڑھوں گا مگر اس قدر تعویق مناسب نہ سمجھی اور یہاں ہی پڑھنے کا ارادہ کر لیا۔

اس خطبہ کا محرک ایک عنوان ہے جو ایک ایسے اخبار میں جو اپنے آپ کو صُلحِ کُل کہتا اور مسلمانوں کو اتحاد کی ضرورت کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے اور اس بات پر بڑا زور دیتا ہے کہ تمام فرقوں کے مسلمان اپنے آپ کو صرف مسلمان کہیں تا کہ متحد ہو سکیں اور وہ انقلاب اخبار ہے۔ اس میں افغانستان کے متعلق ایک خبر شائع ہوئی ہے کہ کابل میں بغاوت ہو گئی ہے ایک شخص جسے سقّہ کا بچہ کہا جاتا ہے بعض کہتے ہیں وہ سقّہ کا بچہ نہیں بلکہ جرنیل کا لڑکا ہے ایک لڑائی کے موقع پر جب پانی ختم ہو گیا تو اس افسر نے خود مشک اٹھائی اور پانی لایا تھا۔ اس پر امیر حبیب اللہ خاں اسے پیار کے طور پر بچہ سقّہ کہا کرتا تھا اس وجہ سے اس خاندان کا نام ہی بچہ سقّہ ہو گیا وہ کوئی ہو بہر حال اس

نے بغاوت کی اور اس میں کامیاب ہوگیا کابل کو اس نے فتح کرلیا۔ بغاوت کے لحاظ سے ہم اس کے فعل کو اچھا نہیں سمجھتے کیونکہ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ قائم شدہ حکومت کی بغاوت جائز نہیں سوائے اس صورت کے کہ کسی وجہ سے رعایا اس کے ملک کو چھوڑ کر جانا چاہے مگر وہ جانے نہ دے۔ پس ہم بغاوت کو بُرا سمجھتے ہیں اور اس فعل کو ہرگز جائز نہیں سمجھتے اس حد تک تو ہمارا بھی دوسروں سے اتفاق ہے۔ اس شخص کے متعلق خبر شائع ہوئی کہ اس نے اپنا نام حبیب اللہ رکھا لیا اور اپنا ایک نشان بنایا ہے جس پر لکھا ہے ''امیر حبیب اللہ رسولِ خدا۔ ۱۳۴۷ھ''۔ میں جہاں تک سمجھتا ہوں اس یہ خبر غلط ہے اور محض اس لئے گھڑی گئی ہے کہ اس شخص کے خلاف جوش پھیلایا جائے اس لئے کہ جب امان اللہ خاں کے خلاف اس نے سوال ہی یہ اٹھایا کہ اس نے اسلام کو مٹا دیا ہے اور اس طرح اس نے بغاوت پر لوگوں کو آمادہ کیا تھا تو وہ خوب جانتا تھا کہ افغانوں میں کوئی اس قسم کی بات کرنا جس سے بادشاہ بھی مٹ جاتا ہے آسان کام نہیں۔ آخر وہ سقّہ کا بچہ تھا یا زیادہ سے زیادہ جرنیل کا بیٹا اسے تو یہ بات خوب اچھی طرح معلوم ہونی چاہئے تھی کہ جب لوگ امان اللہ جیسے بادشاہ کے خلاف اس لئے اٹھ کھڑے ہوئے ہیں کہ اس نے بعض باتیں اسلام کے خلاف کہیں اور اسے چھوڑ کر اس کے ساتھ مل گئے تو اس کے اس قسم کے دعویٰ کو کب برداشت کریں گے جس بات کی وجہ سے اسے ساری طاقت اور کامیابی حاصل ہوئی اسی کو اپنے خلاف کس طرح اٹھا سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا اور خوب جانتا تھا کہ جب افغان عورتوں کا پردہ اٹھانے' لڑکیوں کو تعلیم دلانے' انگریزی لباس پہننے کے لئے مجبور کرنے پر اتنے برافروختہ ہوسکتے ہیں تو نبوت کا دعویٰ سن کر وہ کس قدر اشتعال پذیر ہونگے۔ جب افغانستان کا ہر سپاہی اس لئے اس کے ساتھ ہوا تھا کہ وہ اسلام کی حمایت میں کھڑا ہوا ہے تو پھر وہ سمجھ سکتا تھا کہ رسالت کا دعویٰ کر کے کہاں تک کامیابی حاصل کرسکتا ہے۔

پس میں تو سمجھتا ہوں یہ خبر ہی غلط ہے لیکن اگر صحیح بھی ہو تو بچہ سقّہ سے جماعت احمدیہ کا کیا تعلق۔ مگر اخبار انقلاب میں اس کے متعلق یہ خبر شائع کرتے ہوئے جو عنوان رکھا گیا ہے وہ یہ ہے ''قادیانی سنت کی پیروی''۔[۱]

اس کا قادیان اور قادیانی سنت سے تعلق ہی کیا ہے؟ اگر رسول کریم ﷺ کی بات سے ملتی جُلتی کسی بات کے متعلق اس طرح ہندو لکھتے تو کیا باوجود اس کے کہ ہندو رسول کریم ﷺ کو

خدا تعالیٰ کا رسول نہیں مانتے مسلمان ان کے فعل کو جائز خیال کرتے؟ قطعاً نہیں یقیناً ہم بھی اور دوسرے مسلمان بھی اسے رسول کریم ﷺ کی ہتک سمجھتے کیونکہ ہندو اس طرح رسول کریم ﷺ کے متعلق طنز کرتے اور ہم سب سے زیادہ اس کو محسوس کرتے کیونکہ ہم ہی سب سے زیادہ اور سچے رسول کریم ﷺ کے عاشق ہیں۔ پس کوئی بات خواہ وہ صحیح ہو جیسا کہ یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے نبوت کا دعویٰ کیا۔ اسے طنز کے طور پر پیش کرنا یقیناً دل آزاری ہے اگر ''انقلاب'' میں روزانہ دو تین صفحے بلکہ سارا ہی اخبار اس قسم کے مضامین سے بھرا ہوا ہو کہ مرزا صاحب نے نبوت کا جو دعویٰ کیا ہے وہ صحیح نہیں اور دلائل کے ساتھ اس پر بحث کی جائے تو ہم بُرا نہیں منائیں گے کیونکہ یہ غیر احمدیوں کا حق ہے کہ جس بات کو وہ درست نہیں سمجھتے اس کی تردید کریں۔ لیکن بطور طعن اور تشنیع اور بطور تحقیر اور تذلیل ایک فقرہ بھی ہم برداشت نہیں کر سکتے۔ اور اگر تعلیم یافتہ طبقہ کا پرچہ اور اس کے تعلیم یافتہ ایڈیٹر ہمارے مذہبی جذبات اور احساسات کا خیال نہیں کر سکتے اور یہ نہیں سمجھ سکتے کہ ایک مذہبی جماعت سے بلا وجہ تمسخر اور استہزاء کرنا بُری بات ہے تو ان کا مسلمانوں کو اتحاد اور اتفاق کی تعلیم دینا اور اس کے متعلق مضامین شائع کرنا ایک فضول بات ہے۔ ہم نے مسلمانوں کے اتحاد کے لئے قربانی کی ہے اور ہر رنگ میں اس کے لئے امداد دی ہے۔ مسلمانوں کے کونسلوں وغیرہ کے انتخاب میں ہم نے اپنے دوستوں کے تعلقات کی کوئی پرواہ نہ کی اور ان کو چھوڑ کر دوسروں کی امداد کی جبکہ یہ سمجھا کہ ان کا منتخب ہونا مسلمانوں کے فوائد کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ ہم نے اپنے عزیزوں کو ان کے لئے چھوڑا اُن سے جھگڑے کئے محض اس لئے کہ مسلمانوں کو کونسل میں زیادہ طاقت حاصل ہو اور منتخب ہونے والے اچھا کام کریں گے۔ پھر ہم نے ہر اس موقع پر جہاں رسول کریم ﷺ کی ہتک کی گئی دوسروں سے آگے بڑھ کر کام کیا یہ ہمارا کسی پر احسان نہیں تھا بلکہ ایسا کرنا ہمارا فرض تھا مگر ہم نے اپنا فرض ہی ادا نہیں کیا بلکہ دوسرے مسلمانوں کو بھی بیدار کیا اور ان کی جگہ کام کیا۔

ملکانوں کے ارتداد کے وقت ہم نے ان کو بچانے کے لئے کام کیا۔ مرتد ہونے والے احمدی نہ تھے بلکہ حنفی تھے اُس وقت ہم کہہ سکتے تھے حنفی مذہب ایسا خراب ہو چکا ہے کہ اس کے ماننے والے ہزاروں مرتد ہو رہے ہیں مگر ہم نے ایسا نہ کیا بلکہ سب سے پہلے ملکانوں کے پاس گئے اور وہاں جا کر آریوں کو ایسی شکست دی کہ خود آریوں نے اس کا اعتراف کیا۔ اسی طرح

بنگال میں جب مسلمان مرتد ہونے لگے تو ہم وہاں پہنچے اور ان کو مرتد ہونے سے بچایا۔ غرض ہم نے ہر وہ کام کیا جس سے مسلمانوں کو فائدہ پہنچ سکتا تھا مگر اس کے مقابلہ میں مَیں دیکھتا ہوں کہ تعلیم یافتہ اور اتحاد کے حامی کہلانے والے لوگ بھی جب کوئی موقع آتا ہے تو ہمارے خلاف بُغض کا اظہار کرتے ہیں۔ شاید انہوں نے قوم کی خاطر قربانی کرنے کے یہ معنے سمجھے ہوئے ہیں کہ ہم ان کے لئے قربانی کرتے جائیں مگر خود وہ کچھ نہ کریں۔ قربانی کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ دونوں طرف سے ہو مگر ایسی قربانی دُنیوی امور کے متعلق ہی ہو سکتی ہے دین کے معاملہ میں نہیں۔ دین نہ ہم خود چھوڑنے کے لئے تیار ہیں نہ کسی سے چھڑاتے ہیں نہ ہم کسی کے مذہب کے متعلق طعن و تشنیع کرتے ہیں اور نہ اپنے عقائد اور اپنے مقتدا اور پیشوا کے متعلق برداشت کر سکتے ہیں۔

میں اس خطبہ کے ذریعہ اعلان کرنا چاہتا ہوں ایڈیٹر صاحب الفضل جو یہاں آئے ہوئے ہیں وہ اس خطبہ کو لکھ کر اخبار میں شائع کر دیں گے کہ مسلمان اگر چاہتے ہیں کہ صلح و اتحاد ہو تو ہم سے شرافت اور تہذیب کے ساتھ سلوک کریں لیکن اگر وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق یا احمدیت کے متعلق طعن و تشنیع سے کام لیں گے تو ہرگز صلح نہ ہوگی۔ نہ ہم کونسلوں کی کوئی حقیقت سمجھتے ہیں نہ ملازمتوں کو کچھ وقعت دیتے ہیں، نہ تجارت کی کچھ قدر سمجھتے ہیں ہمارے نزدیک خدا اور رسول سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ ہمارے مقتدا نے جس طرح آریوں، ہندوؤں اور عیسائیوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اگر وہ ہمارے رسول کو گالیاں دیں گے اور بدزبانی کریں گے تو ہم جنگل کے درندوں اور شور زمین کے سانپوں سے صلح کر لیں گے مگر ان سے نہ کریں گے اِسی طرح میں غیر احمدیوں سے کہتا ہوں اگر وہ ہمارے مقتدا کے متعلق طعن و تشنیع سے کام لیں گے اور غیر شریفانہ رویہ نہ چھوڑیں گے تو ہم سانپوں اور درندوں سے صلح کر لیں گے مگر ان سے نہیں کریں گے۔ اگر ہماری تمام قربانیوں اور تمام خدمات کا یہی نتیجہ نکلنا ہے کہ وہ لوگ جو اتحاد کے دعویدار ہیں اور جو اتحاد کی تلقین کرتے رہتے ہیں وہ بھی ہمارے مقتدا پر ہنسی اور تمسخر کریں اور وہ اتنا بھی محسوس نہیں کر سکتے کہ ان کی ایسی باتوں کا ہم پر کیا اثر پڑ سکتا ہے تو ہماری ان کے ساتھ قطعاً صلح نہیں ہو سکتی۔

میں پوچھتا ہوں کیا اس خبر کو اُس وقت تک صحیح نہ سمجھا جاتا جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر طعن نہ کیا جاتا کوئی سمجھدار انسان یہ نہ سمجھے گا کہ جب تک ہم پر طعن نہ کیا جاتا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ نہ کیا جاتا اس خبر کا مطلب نہیں سمجھا جا سکتا تھا۔ حضرت مسیح موعود

علیہ السلام پر حملہ کرنا تو الگ رہا آپ کا خیال آئے بغیر بھی اس خبر کو شائع کیا جا سکتا تھا اور پڑھنے والے اس کا مطلب سمجھ سکتے تھے۔ مگر ایسی صورت میں جبکہ نہ تو اس خبر کے درست ہونے کی کسی نے تصدیق کی نہ کسی کو صحیح طور پر یہ معلوم ہوا کہ بچہ سقہ نے کیا دعویٰ کیا ہے خواہ مخواہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر طعن کرنا محض ہماری دل آزادی کے لئے ہے۔ میں سمجھتا ہوں جس طرح مسلمان بادشاہ نائب رسول اللہ ہونے کا دعویٰ کیا کرتے تھے اسی طرح اس نے بھی کیا ہوگا مگر کسی غیر ملکی نے جس کو اس بات کا پتہ نہ ہوگا یہ لکھ دیا کہ اس نے رسول اللہ کا دعویٰ کیا ہے چنانچہ دوسرے اخبار سیاست نے یہ الفاظ شائع کئے ہیں ''امیر حبیب اللہ خادم رسول اللہ''۔[۲]

اسی طرح اس نے دعویٰ کیا ہوگا مگر اخبار والوں کو تو یہ معلوم ہی نہیں کہ اس نے کیا دعویٰ کیا۔ نائب رسول ہونے کا یا رسول اللہ کا؟ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وہ اَن پڑھ ہے اگر یہ درست ہے تو شائد اسے یہ معلوم ہی نہ ہو کہ رسول اللہ کیا ہوتا ہے۔ کئی جاہل لوگ جب مجھ سے ملتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں اَلسَّلَامُ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ۔ میں انہیں سمجھاتا ہوں اور بتاتا ہوں کہ میں نبی نہیں میں تو نبی کا نائب ہوں۔ تو ممکن ہے جہالت کی وجہ سے اسے پتہ ہی نہ ہو کہ رسول اللہ کیا ہوتا ہے۔ ایسی بے خبری اور جہالت کی حالت میں جو بات کہی گئی ہو اسے شائع کرتے ہوئے ایک ایسی جماعت کا دل دُکھانا جو مسلمانوں کے مفاد کے لئے ہر قربانی کر رہی ہے اور اس کے مقتدا کی ہتک کرنا کہاں تک مناسب ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کوئی اس بات کو سمجھنے کے بعد امید رکھے کہ ہم ایسے لوگوں سے صلح رکھیں گے اور ان کے لئے قربانی کریں گے۔ ہم نے اپنی قربانی' اپنے رویہ' اپنے طریق' اپنے چال چلن اور اپنی خدمات سے ثابت کر دیا ہے کہ ہم مسلمانوں کے خیر خواہ ہیں۔ ہم نے ثابت کر دیا ہے کہ ہم تھوڑے ہوتے ہوئے زیادہ کام کر سکتے ہیں اور کیا ہے۔ ہم نے بتا دیا ہے کہ مخالفینِ اسلام کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم سب سے زیادہ بہادر' سب سے زیادہ دلیر اور جری ہیں۔ ہم نے غیروں سے کامیاب مقابلہ کیا مگر باوجود اس کے کہ ہم مسلمانوں سے دُنیوی اور سیاسی معاملات میں اور مشترکہ مقاصد میں اتحاد کی سچی خواہش رکھتے ہیں کبھی یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے مقتدا اور پیشوا اور اس کے سلسلہ کا تحقیر اور تذلیل کے طور پر ذکر کیا جائے اور پھر ہم صلح کر لیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اخبار سیاست میں کئی لمبے لمبے مضامین انہیں دنوں ہمارے خلاف نکلے مگر میں نے ان پر بُرا نہ منایا۔ میں نے جب ان مضامین کو پڑھا تو کہا جس

طرح میرا حق ہے کہ اپنے عقائد کی اشاعت کروں اسی طرح ''سیاست'' کا بھی حق ہے کہ جس بات کو وہ درست نہیں سمجھتا اس کی تردید کرے۔ ''سیاست'' نے بے شک اعتراض کئے لیکن تمسخر اور استہزاء نہیں کیا، تحقیر اور تذلیل نہیں کی۔ اس لئے میں نے بُرا نہیں منایا۔ اس کے مقابلہ میں ''انقلاب'' میں ایسے مضامین تو نہیں نکلے مگر اس کا یہ ایک فقرہ ان مضامین کی نسبت بہت بدتر نکلا کیونکہ ان مضامین میں اپنے عقائد اور خیالات کی تشریح کی گئی تھی لیکن اس فقرہ میں تحقیر اور تذلیل کی گئی ہے۔ ''سیاست'' نے دلائل کے ساتھ بحث کی خواہ اس کے دلائل ہمارے خیال میں غلط ہی ہیں لیکن ''انقلاب'' کے فقرہ میں ہمارے عقیدہ اور ہمارے پیشوا کی تحقیر کی گئی۔

ان حالات میں مَیں ایک دفعہ بالوضاحت اعلان کر دینا چاہتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اتحاد چاہتے ہیں تو انہیں اقرار کرنا چاہئے کہ وہ ہمارے بزرگوں اور ہمارے عقائد کی تحقیر اور تذلیل نہ کریں گے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ہمارے خلاف کچھ نہ لکھیں۔ لکھیں اور بڑی خوشی سے لکھیں، لمبے لمبے مضامین لکھیں وہ اس بات پر بحث کریں کہ مرزا صاحب کی پیشگوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ یہ لکھیں کہ آپ کی تعلیم قرآن کے خلاف ہے اور جو چاہیں لکھیں لیکن تضحیک اور تحقیر نہ کریں مسائل پر شریفانہ طور پر بحث کریں۔ اگر کوئی اس طرح کرے تو خواہ سارے کا سارا اخبار ہمارے خلاف مضامین سے بھر دے ہم اس پر بُرا نہ منائیں گے لیکن اگر یہ طریق اختیار نہیں کیا جائے گا تو پھر خواہ کوئی ہو کسی فرقہ اور کسی جماعت سے تعلق رکھتا ہو، تعلیم یافتہ ہو یا غیر تعلیم یافتہ، تحقیر اور تمسخر کے ساتھ سلسلہ احمدیہ اور بانی سلسلہ احمدیہ کا ذکر کرے گا تو اس سے ہمارا کوئی تعلق نہ ہوگا اور جب تک اس سے تعلق رکھنے والی قوم اسے مجبور نہ کرے گی کہ وہ معافی مانگے اور آئندہ کے لئے ایسا نہ کرے اُس وقت تک اس قوم سے بھی ہمارا کوئی تعلق نہ ہوگا۔ اس صورت میں ہم ان غیر قوموں سے صلح کریں گے جو ہمارے ساتھ شرافت کا برتاؤ کریں گی اور ہمارے مذہبی جذبات اور احساسات کا خیال رکھیں گی۔ مگر یاد رہے جو قوم اس طرح ہمیں دھکا دے گی وہ خود اس بات کی ذمہ دار ہوگی۔ اگر اس کی قومی مصیبتوں میں ہم اس کی مدد نہ کریں پھر اس کا ہم سے امید رکھنا ہی غلطی ہوگی اس حالت میں ہم اپنے سارے معاملات بالکل جُدا کر لیں گے اور آزادانہ طور پر ترقی کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جو جماعت دوسروں کے لئے قربانی کرسکتی ہے وہ اپنے لئے بہت بڑی قربانی کرسکتی ہے اور میں خوب جانتا ہوں ہم آزادانہ طور پر خدا تعالیٰ کے فضل وکرم

سے بہت ترقی کر سکتے ہیں۔ دوسروں کے ساتھ ملنے کی وجہ سے ہم پر بوجھ ہی پڑتا ہے فائدہ کچھ نہیں ہوتا۔ میں امید کرتا ہوں کہ جولوگ واقعہ میں مسلمانوں میں اتحاد کے خواہاں ہیں اور تفرقہ کو بُرا سمجھتے اور نقصان رساں یقین کرتے ہیں میرے اس اعلان کے بعد اپنے رویہ سے ہمیں اس بات کا موقع نہ دیں گے کہ ہم ان کے متعلق کہیں انہوں نے ہمارے عقائد یا ہمارے بزرگوں کی تحقیر کی۔

میں ذاتی طور پر ''انقلاب'' کے ایڈیٹر صاحب سے کوئی زیادہ واقف نہیں ہوں وہ تین چار بار مجھ سے ملے ہیں میں نے انہیں تعلیم یافتہ اور مسلمانوں کے لئے دردمند دل رکھنے والا پایا۔ شائد یہ فقرہ ان کا لکھا ہوا نہ ہو بلکہ کسی اور نے لکھ دیا ہو۔ اب بھی ان کے متعلق میرا یہی خیال ہے کہ وہ دردمند دل رکھتے اور مسلمانوں کی خدمت کرنے کی خواہش رکھتے ہیں مگر باوجود اس کے میں یہ اعلان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کیونکہ یہ بے غیرتی ہوگی اگر ہم اپنے عقائد اور اپنے پیشوا کی تحقیر اور تذلیل کو برداشت کریں اس کے لئے ہم کسی صورت میں بھی تیار نہیں ہیں۔ اگر میرا یہ ظنّ صحیح ہے کہ ''انقلاب'' میں وہ فقرہ ایڈیٹر صاحب کا لکھا ہوا نہیں تو میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس بات کو شائع کر دیں گے میں ان سے ہرگز یہ امید نہیں رکھتا کہ وہ احمدیت کے خلاف نہ لکھیں وہ لکھیں اور خوشی سے لکھیں لیکن مضمون کے رنگ میں اور کسی بات کی تحقیق کے لئے نہ کہ تحقیر اور تذلیل کریں اور اگر وہ فقرہ انہوں نے ہی لکھا ہے مگر بغیر تحقیر اور تذلیل کے خیال کے لکھا گیا ہے تو پھر بھی میں بُرا نہیں مناتا مگر اتنا ضرور کہوں گا کہ آئندہ احتیاط سے کام لیں۔ لیکن اگر انہوں نے جان بوجھ کر یہ لکھا ہے اور تضحیک کے لئے لکھا ہے اور دوسرے لوگوں کا بھی یہی رویہ ہوا تو پھر ہم ان سے کسی بات میں اتحاد کرنے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ ہماری غیرت قطعاً یہ برداشت نہیں کر سکتی کہ ہم اس انسان کی تحقیر دیکھیں جسے ہم خدا تعالیٰ کا مأمور اور مرسل یقین کرتے ہیں اور پھر تحقیر کرنے والوں سے مل کر کوئی کام کریں۔

(الفضل ۸ فروری ۱۹۲۹ء)

۱؎ انقلاب ۳۱ جنوری ۱۹۲۹ء

۲؎ اخبار سیاست ۳۱ جنوری ۱۹۲۹ء